

## مطبوعات

اسلامک لٹریچر۔ اشاعتِ خاص | باورث جناب محمد مظہر الدین صاحب صدیقی۔ مقام اشاعت: کشمیری

بازار، لاہور۔ چندہ سالانہ دس روپے۔ فی شمارہ عدد

یہ مسئلہ کہ ہم مسلمانوں کا نظام تہذیب و تمدن کیا ہے، وہ کہاں تک دوسرے نظاموں سے سمجھوتہ اور بین دین کر سکتا ہے، اس کا کیا جوہر و دوا می اور ناقابلِ تغیر ہے اور کس حد تک وہ اپنے اندر نئے عناصر کو جذب کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اسی طرح کے دوسرے بہت سے سوالات آج غیر معمولی درجے کی اہمیت اختیار کر گئے ہیں۔ اس کا ایک واضح سبب یہ ہے کہ غیروں کی غلامی سے نجات پانے کے بعد مسلم اقوام کے اندر اسلامی اصولوں پر تعمیر کردہ کی تحریک رد عمل آگئی ہے اور اہل مغرب کچھ اپنے ویرانہ تعصبات کے زیر اثر اور کچھ عالمِ اسلامی کو اپنے مفاد کی چراگاہ بنا رکھنے کے منصوبوں کے سبب اس تحریک کو سنگین خطرہ سمجھتے ہیں۔ اس خطرے کے سدباب کے لیے جہاں وہ ایک طرف دھڑے بندی کے معاہدوں اور طرح طرح کی مالی امدادوں کے جال پھینک رہے ہیں، وہاں دوسری طرف ایک زوردار محاذ آئیڈیالوجی اور کلچر اور تمدن کے میدان میں کھول چکے ہیں۔ مسلمان قوم کے نوجوانوں کو اپنے ہاں بلا کر، اپنے آدمیوں کو مسلم ملکوں کے نظم و نسق کے اندر تار کر، دھوکے تباہ کر کے، آرٹ اور کلچر کے ساحرا ز کھیل تماشے عام کر کے، اپنا ٹریچر پھیلا کر، نیز علمی و تحقیقی میدان میں گونا گوں محشیں پیدا کر کے اور مسلمان قوموں کے اندر سے مغرب کی طرف جھکاؤ رکھنے والے عناصر کو اپنے ہاتھ میں لے کر اور ان کے ذریعے قسم قسم کے اداسے قائم کر کے وہ لوگ چند نتائج پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر مغربی فکر و تمدن کی فوقیت و عظمت خوب اچھی طرح نقش ہو جائے، وہ پوری طرح اس کی مرعوبیت، تقالی اور تقلید میں مبتلا ہو کر ذہنی لحاظ سے ابتدا ہی میں بازی ہار دیں، بیرونی نظریات و معمولات کے لیے اپنے معاشرہ کے تمام دروازے چوڑھ کھول دیں اور ان کے اندر اسلامی تہذیب و تمدن کے احیاء کا داعیہ سوکھ سوکھ کر مرجائے۔ اس صورتِ حالات نے مسلمانوں کو مسئلہ تہذیب و تمدن کے متعلق ایک تشویشناک کشمکش میں ڈال دیا ہے۔ اسی کشمکش کے زیر اثر انگریزی ماہنامے

• اسلامک ٹریچر نے اپنی ایک اشاعت خاص پیش کی ہے جس کا عنوان ہے "اسلامی تمدن مغربی تمدن کے مقابلے میں"۔ علمی لحاظ سے یہ ایک قابل قدر اقدام ہے۔ اور ایسے سمیت یہ مجموعہ تیرہ مقالات پر مشتمل ہے لیکن افسوس ہے کہ ایسے اہم موضوع پر اشاعت خاص مرتب کرنے کے لیے ادارہ کسی واضح مقصدی شعور کے ساتھ کامیاب منصوبہ بندی نہیں کر سکا جو جملہ متعلقہ سوالات پر حاوی بھی ہوتی اور موجودہ کشمکش سے نجات پانے میں مسلمانوں کے تعلیم یافتہ طبقہ کو مدد بھی دیتی۔ اٹا اسے پڑھنے سے یہ کشمکش اور زیادہ پیچیدہ الجھنوں میں جا پڑتی ہے۔ آج اصل فکر اس بات کی ہونی چاہیے کہ پرائی غلامی سے نکلنے کے بعد قوم اپنی خودی اور اپنے اصول و اقدار کے شعور کے ساتھ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو اور اپنی دنیا آپ بنانے کے جذبہ بیدار سے کام لے کر ایک نئے دور تالیخ کا افتتاح کرے۔ مگر بد قسمتی سے یہ اشاعت خاص اس ضرورت کو اچھی طرح پورا نہیں کرتی۔ خصوصیت سے ادارہ کے اپنے نقطہ نظر کا سبب ہم ناقدانہ جائزہ لیتے ہیں تو مقالہ افتتاسیہ اور جملہ مضامین پر درج شدہ ادارتی اشارات میں بہت سی قابل قدر باتوں کے ساتھ نزدیک ٹکری اور تضاد کی مثالیں سامنے آکر عجیب طرح کے جھنور سے پیدا کر دیتی ہیں۔ مثلاً بتایا جاتا ہے کہ مغرب کا جدید نظام تہذیب و تمدن اس لحاظ سے قابل قدر ہے کہ اُس نے انسانی زندگی کو داخلیت سے خارج کی طرف، روحانی نظام عبودیت و طاعت سے انضباط مادہ کی طرف، آفاقیت سے قومیت کی طرف، تصویریت سے واقعیت کی طرف، اٹل دوامی حقائق کے محدود دائرے سے متغیر و متبدل حوادث کے وسیع تر عالم کی طرف اور مذہبیت سے میکر لازم کی طرف حرکت دی ہے۔ کہا گیا ہے کہ ماضی کے دور اسلام کا از سر نو اسباب ممکن نہیں ہے۔ اپیل کی گئی ہے کہ انسانیت کی خدمت کے لیے اسلام اور مغربی تمدن کو ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے تعاون کی راہ چلنا چاہیے۔ مسلمانوں کے اس تصور کو سخت خطرناک قرار دیا گیا ہے کہ اسلام خدا کا عطا کردہ قانون و نظام ہونے کی حیثیت سے ناقابل ترمیم ہے۔ اس نقطہ نظر کی حمایت کی گئی ہے کہ اسلامی تمدن کا تسلسل وجود مغربی تمدن کی صورت میں برقرار ہے۔ مغربی تمدن کی اس خوبی کو سراہا گیا ہے کہ اس میں یہ اندھا عقیدہ کار فرما نہیں کہ مذہبیات، نظریات اور اخلاقیات کے دو اثر میں جو کچھ پایا جاتا ہے وہ قطعی ہے۔ ہمارا مدعا یہ نہیں کہ فاضل مدیر نے صرف

یہی باتیں اسی اجمال سے کہی ہیں، نہیں انہوں نے بہت سی اچھی باتیں دوسرے پہلو سے بھی ارشاد فرمائی ہیں اور اپنے خیالات کی تشریح و توضیح کی ہے۔ ہم صرف یہ تاثر دے رہے ہیں کہ ادارتی نقطہ نظر خود الجھنوں اور تضادوں سے خالی نہیں۔

اب ہم مقالات کا بھی سرسری تعارف کرا دیں۔ وہ مقالات جو مغربی تمدن کے حق میں ہماری خودی کے اندر ایک جھکاؤ پیدا کرتے ہیں، تین ہیں۔ ایک تو خود ادارہ ہے، دوسرا ریجان شریف کا مقالہ ہے جس میں اسلامی اصولوں کے لچک دار ہونے پر اصل زور استدلال صرف کیا گیا ہے، اور تہاؤ سے ایسی کاوش مراد لی گئی ہے جو کسی قانونی معاملے میں "آزادانہ فیصلہ" کرنے کے لیے کی جائے۔ ایک اور نکتہ بڑا دلچسپ ہے، امام غزالیؒ کے "بان سعادت" کی جو اصطلاح "عبادت" کے ساتھ ساتھ پائی جاتی ہے اسے مغرب کے پسندیدہ منتہا — "HAPPINESS" — کا ہم معنی قرار دیا ہے۔ کجا غزالیؒ کا نظریہ سعادت جس کی روح اخلاقی ہے اور کجا مغرب کا تصور "مہرت" جو یکسر مادیت زدہ اور نفس پرستانہ ہے۔ لفٹینٹ کرنل اے، رشید کے مقالہ کا مرکزی نظریہ یہ ہے کہ اسلامی تمدن ختم نہیں ہوا بلکہ وہ مغربی تمدن کی صورت میں جاوہ ارتقا طے کر رہا ہے۔ اس کے اندر خینا جو بہر کام کا تھا وہ سارا مغربی تمدن نے اپنے اندر لے لیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مقالہ نگار کا حاصل مطالعہ یہ ہے کہ اسلامی تمدن کے زوال کا اصل سبب تعددِ ازدواج تھا۔ اس دائرہ اباحت سے مسلمان حکام قائلین کے غیر عورتوں کو حرم میں داخل کیا اور ان عورتوں نے اپنی اپنی اولادوں کو مناصب کی جانشینی کا حق دلانے کے لیے سازشوں کا سلسلہ شروع کیا۔ نتیجہ یہ کہ تمام اسلامی نظام فکر و عمل تباہ ہو کر رہا۔ موصوف کی رائے کے مطابق مغربی تمدن میں ایسی خرابیاں نمودار ہو چکی ہیں کہ جن کے سبب اب وہ تباہی کی طرف جا رہا ہے۔ اسلامی تمدن کے امتیازی اور جداگانہ وجود کا احساس پیدا کرنے اور مغربی تمدن کے فاسد فطرت کو سامنے لا کر اس کی مروجیت ختم کرنے میں بھی تین ہی مقالات خاص طور پر اپیل کرتے ہیں۔ ان میں ہم ڈاکٹر کیو، احمد الرحمن علوی کی تحریر کو اولین مرتبے پر رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا نظریہ بالکل ریاضیاتی اسلوب سے موٹو ہے اور اس میں کوئی الجھاؤ نہیں ہے۔ موصوف نے دنیا بھر کے تمدنوں کو دو متقابل تاریخی طاقتوں

میں بانٹا ہے۔ تمدنوں کا ایک تانہ نظریہ کفر کی شاہ راہ پر رواں ہے جس کی رو سے ہمیشہ انسان نے اپنے آپ کو منفرد یا مجتمعاً غیر معمولی اہمیت دے کر خدائی کے مقام تک پہنچایا ہے، اور تمدنوں کا دوسرا تانہ نظریہ اسلامی کی شاہ راہ پر گامزن نظر آتا ہے جو اس حقیقت کے اعتراف پر مبنی ہے کہ انسان نظام فطرت کا ایک جز اور اس کے قانون ساز اعلیٰ کا تابع و متقاد ہے۔ ان باہدگر کشمکش کرتے ہوئے نظریات پر گفتگو کر کے فاضل مقالہ نگار ہمیں اس نتیجے تک پہنچاتا ہے کہ تمدن کی منزل آس شاہ راہ صرف اسلام ہی ہے جو قانون ساز فطرت کی پیش از پیش طاقت سے طے ہو سکتی ہے۔ ہماری رائے میں یہ بہت ہی صحت مندانہ نقطہ نظر ہے اور اسے بڑی جرأت سے صاف صاف لفظوں میں پیش کر دیا گیا ہے۔ مثبت اسلامی جہان کے لحاظ سے نور احمد صاحب کا مقالہ بھی قابل قدر ہے۔ البتہ مغربی جمہوریت کی تردید میں جو بحث کی گئی ہے وہ مبہم ہے۔ علامہ اسد کا ایک مقالہ اسلام آن دی کر اس روڈ سے لیا گیا ہے اور تی یہ ہے کہ مغربی تمدن کے استرواد اور اس کے ناقدانہ تجزیہ کے لحاظ سے یہ ہمارے اسلامی مشور کو زیادہ مضبوط بناتا ہے۔ دو اور مقالات، ایک ڈبلیو، مانٹگری واٹ اور دوسرا (DE LACY O'LEORY) کے علم سے ایسے ہیں جو کچھ نہ کچھ وزن اسی مثبت پڑے میں ڈالتے ہیں۔ اول الذکر میں سیکولر نظام تہذیب و تمدن کے خلاف آواز اٹھانے کے ساتھ واحد عالمی مذہب کی ضرورت پر گفتگو کی گئی ہے بلکہ اس کے ظہور کا واضح امکان پیش کیا گیا ہے۔ دوسرے مقالے میں مغربی تہذیب و تمدن کے اہم عناصر فکری سیکولرزم، نیشنلزم اور جمہوریت کے خلاف ناقدانہ استدلال کر کے اسلام اور عیسائیت دونوں سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ باہم اگر تعاون کر کے اس مشترک دشمن طاقت کو شکست دیں۔

کچھ مقالات نظریاتی بحث سے ہٹ کر تاریخی اور معلوماتی مواد پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے پروفیسر ضیاء الدین اور ڈاکٹر امین ایم امام الدین کے مقالات پُرانہادیت ہیں۔

تعمیر کا بے رحمانہ فریضہ ادا کرنے کے بعد ہم "اسلامک ٹریچر" کے ادارہ کی خدمت پر تحسین بھی کرنا چاہتے ہیں کہ اس نے اتنے متنوع مقالات ایک اہم موضوع پر پیش کر کے اپنے قارئین کے سامنے سوچنے کی راہیں کھول دی ہیں۔